فرعونِ موسیٰ

(منقول از تشحیذ الاذہان)

از

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

فرعونِ موسیٰؑ[۱]

فرعون کا حال قرآن شریف میں پڑھ کر اکثر لوگ تو یہی سمجھتے ہیں کہ یہ بھی کسی خاص بادشاہ کا نام تھا۔ مگر اصل یہ ہے کہ جیسے چین کے بادشاہ فغفور، ایران کے کسریٰ، روم کے قیصر، جاپان کے میکاڈو اور روس کے زار کہلاتے ہیں۔ اسی طرح مصر کے بادشاہ اور صاحب تخت کو فرعون کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس لئے جیسے حضرت یوسفؑ کے وقت میں فرعون حکمران تھا۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں بھی اسی کی حکومت تھی لیکن یہ فرق ضرور ہے کہ وہ فرعون یوسف تھا اور یہ فرعون موسیٰ اس نے تو ایک نبی کی عزت و اکرام کر کے اپنے ملک کو قحط کی مصیبت سے بچالیا اور اس نے ایک نبی کی ہتک کر کے اپنا ملک اور دولت دونوں کو ویران اور برباد کروایا اس نے تو حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کو بلا کر بڑے آرام سے رکھا اور اس نے اس مہمان کے بیٹے بڑی بے دردی سے قتل کروائے پس فرعونِ یوسف اور فرعونِ موسیٰ میں زمین و آسمان کا فرق ہے وہ بالا بخت تھا یہ کم بخت۔

یہ یقینی طور سے تو نہیں بتایا جا سکتا کہ فرعونِ یوسف اور فرعونِ موسیٰ میں کتنے بادشاہ گزرے ہیں مگر پھر بھی اندازاً کہا جا سکتا ہے کہ چودہ پندرہ تو گزرے ہی ہوں گے۔ کیونکہ بنی اسرائیل نے مصر کی سرزمین میں قریباً دو صدیاں گزار دی تھیں اس عرصہ میں بنی اسرائیل نے خوب ترقی کی اور معدودے چند انفاس سے ہزاروں کی تعداد کو پہنچ گئے۔ اس لئے فراعنہ ان سے کسی قدر خائف رہنے لگے جس کا نتیجہ ہوا کہ ان پر طرح طرح کے ظلم ہونے شروع ہو گئے۔

فراعنہ (فرعون کی جمع) کے ان سے ڈرنے کی ایک یہ وجہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ خود فراعنہ

بھی مصر کے اصلی باشندے نہ تھے ☆ بلکہ مشرق سے جا کر اس ملک پر قابض ہو گئے تھے اور یہ بنی اسرائیل اہل عرب کی طرح سامی النسل تھے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کے خاندان کا اس ملک سے خاص تعلق بھی اس خیال پر کچھ روشنی ڈالتا ہے۔ پس ان کو ہر وقت خیال رہتا تھا کہ ایسا نہ ہو کوئی قوم زبردست ہو کر اصل باشندوں سے یا کسی اور قوم سے مل کر ہم کو اس ملک سے نکال دے۔ پس جب بنی اسرائیل کی بڑھتی ہوئی طاقت انہوں نے دیکھی تو ارادہ کیا کہ کسی طرح اس کو روکا جائے۔ چنانچہ انہوں نے بنی اسرائیل کو طرح طرح کے دکھ دینے شروع کئے۔ اور علاوہ ان کے بچے قتل کرنے کے کل کی کل قوم سے اینٹیں پاتھنے کا کام لینا شروع کیا اور ان کے مشغول رکھنے کے لئے دو شہر فسوم اور رعمسیس تیار کروانے شروع کر دیئے۔ جن میں سے مؤخر الذکر شہر اس وقت کے فرعون کے نام پر تھا اس شخص کا بیٹا منفتاح وہ مشہور شخص ہے جس نے ایک نبی کی مخالفت کر کے اپنا ہی نہیں بلکہ اپنے باپ دادوں کا نام بھی بدنام کر دیا کیونکہ بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھی کہ "ہر فرعون را موسیٰ" کی مثل نے تو گویا ہر ایک فرعون کو ظالم و خود سر ہی قرار دے دیا۔ یہ شخص بڑا متکبر تھا۔ اور اسے بھی اپنے باپ کی طرح عمارتیں بنانے کا بہت شوق تھا۔ جس کا ایک باعث تو یہ تھا کہ بنی اسرائیل کام میں لگے رہیں دوسرے اس وقت اردگرد کے بادشاہوں سے صلح ہونے کی وجہ سے اسے فرصت بھی بہت تھی اور تیسرے اس خاندان میں عمارتیں بنوانے کا شوق مدتوں سے چلا آیا تھا۔ چنانچہ لفظ فرعون بھی اصل میں آرا اور راو سے مرکب ہے جس کے معنے ہیں "بڑا مکان" اول تو یہ لفظ صرف مکانوں پر ہی بولا جاتا تھا لیکن غالباً آخر میں شاہی قلعہ کی عظمت کو دیکھ کر اسی کے لئے یہ لفظ مخصوص ہو گیا اور شاہی قلعہ کے بعد خود بادشاہ پر یہ لفظ بولا جانے لگا۔ چنانچہ اس وقت بھی اس کی ایک مثال ہے۔ اعلیٰ سلطان روم کے وزراء کو باب عالی کہتے ہیں۔ غرض یہ کہ امن کی زندگی، خاندانی شوق اور پھر بنی اسرائیل کو کام میں لگائے رکھنے کے خیال نے فرعون منفتاح کو بھی عمارتوں کی تعمیر کی طرف متوجہ رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں بڑی کمزوری اور پست ہمتی پھیل گئی اور ان کے دل فرعون کے ڈر سے مرعوب ہو گئے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے قَالَ

☆ چنانچہ مصری زبان میں فراعنہ کے خاندان کو ہکسوز کہتے تھے جس کے معنے ہیں اجنبی۔ چونکہ یہ لوگ مشرق سے گئے تھے۔ اس لئے ان کا نام بھی اجنبی پڑ گیا تھا۔ بائبل سے بھی اس کا کچھ پتہ چلتا ہے اور وہ یہ کہ خروج باب ۱ آیت ۱۰،۱۱ میں ہے "اور اس نے (فرعون نے) اپنے لوگوں سے کہا دیکھو کہ بنی اسرائیل کے لوگ ہم سے زیادہ اور قوی تر ہیں۔ آؤ ہم ان سے دانشمندانہ معاملہ کریں تا نہ ہووے کہ جب وے اور زیادہ ہوں اور جنگ پڑے تو وہ ہمارے دشمنوں سے مل جاویں اور ہم سے لڑیں اور ملک سے نکل جاویں" اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فراعنہ اجنبی تھے کیونکہ ڈیڑھ سو سال میں دس بارہ آدمیوں کی نسل اسقدر کب بڑھ سکتی ہے کہ ملک کے اصل باشندوں سے بھی زیادہ ہو جائے پس معلوم ہوتا ہے کہ وہ باہر سے آئے ہوئے تھے اور تعداد میں تھوڑے ہی تھے۔ باقی ان دونوں خاندانوں کے سوا اور قومیں بستی ہونگی+

اَصۡحٰبُ مُوۡسٰۤی اِنَّا لَمُدۡرَکُوۡنَ۔(الشعراء:۶۲)

حالانکہ ناامیدی اور مجبوری کمزور سے کمزور انسان کو مقابلہ پر ابھار دیتی ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل اس وقت ایسے پست ہمت ہو گئے تھے کہ ان میں ایسے موقعہ پر بھی جرأت دکھانے کی جرأت باقی نہ تھی۔

جب یہ حالت ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے ان وعدوں کے مطابق جو حضرت ابراہیمؑ سے ان کی اولاد کے متعلق کئے تھے ایک شخص کو پیدا کیا۔ جس کا نام اس کے والدین نے موسیٰ رکھا۔ موسیٰؑ کی پیدائش کے وقت بچوں کے قتل کا حکم ظالم بادشاہ کی طرف سے عام ہو رہا تھا۔ ان کی والدہ بھی خائف تھیں کہ کوئی گھڑی میں یہ بچہ بھی ظالموں کے ہاتھ سے قتل کیا جائے گا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے بموجب آیت شریفہ وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡہِ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡہِ فَاَلۡقِیۡہِ فِی الۡیَمِّ وَلَا تَخَافِیۡ وَلَا تَحۡزَنِیۡ اِنَّا رَآدُّوۡہُ اِلَیۡکِ وَجَاعِلُوۡہُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ (القصص:۸)(اور ہم نے وحی کی والدہ موسیٰؑ کی طرف کہ اس کو دودھ پلا اور جب تو ڈرے اس کی جان کے متعلق تو اسے دریا میں ڈال دے اور ڈر نہیں اور نہ غم کھا میں اسے تیری طرف واپس لاؤں گا۔ اور رسولوں کی جماعت میں داخل کروں گا) انہیں اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے ہاتھوں سے بچالیا۔ پھر یہ ہؤا کہ دریا کے کنارے پر ان کو فرعون کی لڑکی نے دیکھا اور اس کو ان پر رحم آیا۔ ان کو نکال کر پالنے کا ارادہ کیا جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ فَالۡتَقَطَہٗۤ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ لِیَکُوۡنَ لَہُمۡ عَدُوًّا وَّحَزَنًا۔ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ وَھَامٰنَ وَجُنُوۡدَھُمَا کَانُوۡا خٰطِئِیۡنَ (القصص:۹) یعنی اسے اٹھالیا فراعنہ کی اولاد میں سے کسی نے تاکہ ہو ان کے لئے دشمن اور غم کا باعث۔ تحقیق فرعون اور ہامان اور ان کا لشکر خطا کار تھے۔ فرعون نے مارنا چاہا لیکن بیٹی کی دلجوئی یا کسی اور غرض کے لئے اس کی بیوی شفیع ہوئی اور ان کو بیٹا بنا لینے کا ارادہ ظاہر کیا اور قتل سے روکا۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے وَقَالَتِ امۡرَاَتُ فِرۡعَوۡنَ قُرَّتُ عَیۡنٍ لِّیۡ وَلَکَ لَا تَقۡتُلُوۡہُ عَسٰۤی اَنۡ یَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا وَّھُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ (القصص:۱۰) دودھ پلانے کے لئے آپ کی والدہ ہی مقرر ہوئیں۔ اس لئے بچپن ہی سے آپ کو فراعنہ اور بنی اسرائیل کے تعلقات کا حال معلوم ہوتا رہا۔ اور خوب اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا کہ اس وقت ان کی حالت جانوروں سے بدتر ہے۔ بڑے ہوئے تو شہزادگی کی زندگی بسر کرنے کی وجہ سے قوی خوب مضبوط اور خیالات عالی تھے۔ مظلوموں کی مدد پر ہر وقت تیار رہتے۔ ایک دفعہ دیکھا کہ ایک عبری سے ایک فرعونی لڑ رہا ہے۔ آپ سے اس کا ظلم نہ دیکھا گیا۔ بڑھ کر اس فرعونی کو مکا مارا اور اتفاقاً وہ

ایسے مقام پر لگا کہ وہ مر گیا۔ دوسرے دن پھر دو شخصوں کو لڑتے دیکھا جن میں سے ایک وہی کل والا عبری تھا۔ آپؑ نے فرمایا کہ تو بڑا شوخ ہے روز لڑائی کرتا ہے۔ یہ کہہ کر ان دونوں کی طرف لپکے۔ اس نے سمجھا مجھے بھی مارنے آتے ہیں۔ بول اٹھا کہ آپؑ نے جیسے کل فلاں کو مارا تھا آج مجھے بھی مارنا چاہتے ہیں آپؑ سمجھے کہ اب بات کھل گئی اور فراعنہ سے لڑائی کی ابتدا ہو گئی مصر کو چھوڑ کر ایک اور ملک میں آگئے جہاں قریباً دس سال رہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم پاکر ملک مصر میں واپس آئے۔ راستہ میں فرعون کی ہدایت کا کام سپرد ہؤا۔ اب یہ وہ فرعون نہ تھا جس کے عہد میں یہ بھاگے تھے۔ بلکہ رعمسیس کے بعد اس کا بیٹا منفتاح بیٹھا تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ اس کے پاس پیغام الٰہی لیکر پہنچے اور حکم الٰہی کے ماتحت بڑی نرمی سے عرض کیا کہ آپ کے رب کی طرف سے ہم رسول ہیں کہ آپ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔

یہ کل واقعہ قرآن شریف میں یوں ہے اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِىْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اِنَّا قَدْ اُوْحِىَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى قَالَ رَبُّنَا الَّذِىٓ اَعْطٰى كُلَّ شَىْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (طٰہٰ: ۴۴-۵۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارونؑ کو فرمایا کہ تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ کہ وہ سرکش ہو رہا ہے۔ پس دونوں اس سے بڑی نرم باتیں کرو تاکہ وہ ان پر عمل کرے اور ڈرے۔ ان دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب ہم تو ڈرتے ہیں کہ وہ ہمارے معاملہ میں زیادتی سے کام نہ لے اور حضور کے پیغام کے مقابل سرکشی کام میں نہ لائے۔ فرمایا کہ تم اس بات سے خوف مت کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں پس اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم تیرے رب کی طرف سے رسول ہیں۔ پس تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجدے اور انہیں عذاب مت دے۔ ہم تیرے پاس دلائل بھی لائے ہیں جو تیرے رب کی طرف سے ہیں اور سلامت وہی رہتا ہے جو ہدایت کے پیچھے چلے۔ ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ جو جھٹلائے یا منہ پھیرے اس کے لئے عذاب ہوگا (فرعون نے ان کی بات کی کچھ پرواہ نہ کی اور بحث شروع کر دی) اس نے کہا کہ اے موسیٰ تمہارا رب کون ہے (وہ حضرت ہارونؑ کی طرف مخاطب بھی نہیں ہوا معلوم ہوتا ہے۔ وہ ان کو نعوذ باللہ بہت حقیر جانتا تھا۔ لیکن حضرت موسیٰؑ چونکہ قلعہ میں

رہتے رہے تھے اور اس کے بھائیوں کی طرح پرورش پاتے رہے تھے اس لئے ان کو مخاطب کیا)
آپؑ نے جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا اور پھر اسے راہ دکھائی۔

اس مباحثہ کے بعد آپس میں اور جھگڑے ہوتے رہے لیکن فرعون نے قطعاً اس کی پرواہ نہ کی اور بنی اسرائیل کو دکھ دہی اور ایذاء رسانی میں بڑھتا گیا اور یہاں تک بڑھا کہ بنی اسرائیل چلّا اٹھے کہ اے موسیٰؑ تیرے آنے سے تو ہمارے دکھ اور بھی بڑھ گئے ہیں آخر معاملہ جب حد سے بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ اب ملک مصر سے راتوں رات نکل بھاگو۔ چنانچہ وہ ایک رات مصر سے چلے اور شام کا رستہ لیا۔ خشکی کا راستہ جس میں آجکل نہر سویز نکالی گئی ہے دور تھا۔ جلدی میں سمندر کے ساحل کی راہ لی اتنے میں فرعون منفتاح کو خبر ہو گئی وہ پیچھے بھاگا اور کنارہ سمندر پر ان کو جا لیا۔ بنی اسرائیل تو گھبرا گئے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے موسیٰؑ نے ان کو سمندر میں گھس جانے کا حکم دیا۔ پانی پھٹ گیا۔ اور وہ بیچ میں سے صاف نکل گئے۔ فرعون کو بھی یہ نظارہ دیکھ کر دلیری پیدا ہوئی۔ اور وہ بھی مع لشکر اندر گھس گیا۔ لیکن ایک دفعہ گھسنے کے بعد پھر باہر نکلنا نصیب نہ ہوا۔ ایک ہی لہر سی آئی کہ اسے مع لشکر کے بہا کر لے گئی۔ قرآن شریف میں آتا ہے کہ اس موقعہ پر اس نے کہا کہ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (یونس: ۹۱) یعنی میں ایمان لے آیا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔ اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں لیکن یہ وقت توبہ کا نہ تھا۔ بہت سے ایسے مواقع توبہ کے ملے پر اس نے قدر نہ کی ہر دفعہ شرارت میں ترقی ہی کی۔ پس جب عذاب آ ہی گیا۔ اور پانی نتھنوں سے نیچے اتر گیا تو اب توبہ کا کون سا موقعہ تھا۔ اس لئے فرماتا ہے۔ کہ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ (یونس: ۹۲-۹۳) یعنی اب تو توبہ کرتا ہے اور پہلے نافرمانیاں کر چکا ہے۔ اور فسادیوں کے گروہ میں شامل رہا ہے۔ پس آج کے دن ہم تیرے بدن کو نجات دیں گے۔ تاکہ تو اپنے پچھلوں کے لئے نشان ہو اور لوگوں میں سے اکثر ہماری نشانیوں سے غافل ہیں اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کی لاش غرق ہونے سے بچ گئی بلکہ سمندر کے باہر جا پڑی اور اس کے لشکریوں نے اسے اٹھا کر دفن کیا۔ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ جس کا وجود قرآن شریف کے سوا اور کہیں نہیں پایا جاتا۔ نہ توریت میں کہیں اس کا ذکر ہے نہ انجیل میں اور نہ انبیاءؑ کی کتب میں۔ لیکن یہ ثابت کرنا کہ آج سے تین ہزار سال پہلے ایک شخص کی لاش دریا سے نکلی تھی یا نہیں؟ بہت مشکل تھا۔ مگر جو

کچھ خدا تعالیٰ فرمائے اس کے سچا ہونے میں بھی کچھ کلام نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے یہ سامان بنا دیا کہ اس زمانہ میں جبکہ ہر ایک علم کی ترقی ہو رہی ہے۔ آثار قدیمہ کی تحقیقات کا شوق بھی بہتوں کو لگا ہوا ہے ایسے لوگوں میں سے بعض آدمی مصر کے آثار قدیمہ کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ انہیں میں سے ایک شخص مسٹر لاریٹ نے مقابر فراعنہ میں ۱۸۹۸ء میں ایک بادشاہ کو تابوت میں پڑا پایا۔ اور جو کچھ اس پر لکھا ہوا تھا اسے پڑھ کر معلوم کیا کہ یہ "خون اتن" بادشاہ کی لاش ہے۔ لیکن چونکہ "ہیر غلیف" خط میں اکثر دھوکا ہو جاتا ہے۔ اس لئے مسٹر جروف کے سامنے اس نے یہ معاملہ پیش کیا جس نے اس لفظ کو ریان با پڑھا۔ دونوں کے تنازعہ کو دور کرنے کے لئے ہیرو کو بلایا گیا۔ اور اس کے ساتھ اور علماء بھی تھے جب انہوں نے وہ حروف دیکھے تو فوراً بول اٹھے کہ "یہ ریان با ہے۔ ریان با موسیٰ کا فرعون تھا۔" اس تابوت کو اور کھولا گیا۔ تو اس پر منفتاح بھی لکھا ملا۔ جو فرعون موسیٰ کا دوسرا نام تھا۔ اب تو سب کو یقین ہو گیا کہ یہ وہی ہے فوراً وہ لاش قاہرہ دار الخلافہ مصر میں لائی گئی۔ اور وہاں کے عجائب خانہ کے ایوان قیصری میں رکھی گئی جس میں کہ اور بہت سے بادشاہوں اور بیگمات کی لاشیں رکھی گئی ہیں اس تحقیقات سے زمانہ قدیم کے آثار کے متلاشیوں کو تو جو خوشی ہوئی ہوگی وہ سمجھ میں آ ہی سکتی ہے مگر مسلمانوں کے لئے تو اس تحقیقات نے بڑی بڑی خوشیوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ کیونکہ جو بات آج سے تیرہ سو سال پہلے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمائی تھی۔ وہ آج پایۂ صداقت کو پہنچ رہی ہے کیونکہ جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں فرعون کے جسم کے محفوظ رہنے کی خبر سوائے قرآن شریف کے اور کسی کتاب میں نہیں ہے پس آج اس لاش نے نکل کر اسلام کی سچائی پر ایک بیّن دلیل قائم کر دی ہے کہاں تین ہزار سال کا مردہ اور کہاں اس کی نسبت یہ بتا دینا کہ یہ آنے والی قوموں کے لئے ہدایت کا باعث ہو گا۔ کچھ کم تعجب کی بات نہیں۔ یہ لاش عمدگی سے مسالہ لگی ہوئی ہے ☆ اور فرعون کی شکل اچھی طرح سے پہچانی جاتی ہے اور بہت سی علامتیں جن کا ذکر کتب تواریخ میں تھا اس میں پائی جاتی ہیں اس کی تصویر بھی بعض اخباروں میں چھپی ہے لیکن وہ ہمیں دستیاب نہیں ہو سکی اس لئے یہاں نہیں دی جا سکتی۔ ورنہ اگر کہیں سے مل جاتی۔ تو ہم کو بڑی خوشی ہوتی کہ ہم اس کو بھی شائع کر دیتے تا کہ لوگ دیکھتے کہ یہ وہ شخص ہے جو آج سے تین ہزار سال پہلے سمندر میں غرق ہوا تھا اور جس کی

☆ مصر میں ایک خاص قسم کا مسالہ ہوتا تھا جسے لگا دینے سے مردہ لاش ہزاروں سال تک بھی خراب نہ ہوتی تھی۔ اور اس مسالہ کی بدولت فرعون کی لاش بھی ہم تک پہنچی ہے اس مسالہ کی لگی ہوئی لاش ممی کہلاتی ہے۔

نسبت قرآن شریف میں بتایا گیا تھا کہ اس کی لاش بچ گئی ہے اور محفوظ رکھی ہوئی ہے اور یہ کہ ایک زمانہ میں وہ مل بھی جائے گی- اور لوگوں کے لئے عبرت کا باعث ہوگی- اور اس طرح ایک پیشگوئی میں گویا پانچ باتیں بتائی گئی تھیں-

اول تو یہ کہ فرعون کی لاش سمندر میں بہہ نہیں گئی بلکہ وہ سلامت باہر پہنچ گئی کیونکہ سمندر میں ڈوبنے والے کا اکثر تو یہی حال ہوتا ہے- کہ یا تو اسے جانور کھا جاتے ہیں اور یا وہ دور دراز بہہ جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ بلا کسی قسم کے نقص کے کنارہ پر لگا دی گئی تھی-

دوسری بات یہاں سے یہ معلوم ہوئی کہ اس کو مسالہ بھی لگایا گیا تھا- کیونکہ یہ بھی ممکن تھا کہ اسے مسالہ نہ لگایا جاتا- جیسا کہ اس فرعون منفتاع کے باپ رعمسیس کی لاش کو مسالہ نہیں لگایا گیا تھا- کیونکہ وہ کوڑھ کی وجہ سے بہت گل گیا تھا اور اسی طرح یہ ضروری نہ تھا کہ ہر ایک بادشاہ کی لاش کو مسالہ لگایا جائے- پس آیت قرآن شریف کے اس حصہ یعنی لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً سے صاف ثابت ہے کہ اسے مسالہ بھی لگایا جائے گا- کیونکہ اگر مسالہ نہ لگایا جاتا تو وہ اس وقت تک گل سڑ جاتی ہم تک پہنچتی ہی کیونکر-

تیسرے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ آخر زمانہ تک محفوظ بھی رہے گی- کیونکہ یہ بھی کچھ ضروری نہیں کہ سب مسالہ والی لاشیں آج تک محفوظ رہیں- ہزاروں لاکھوں لاشیں تھیں جو مسالہ دار تھیں لیکن ضائع ہوگئیں- کیونکہ ایک زمانہ مصر میں ایسا آیا ہے کہ جو رات کو شمع کی بجائے مسالہ دار لاشوں کے ٹکڑے جلاتے تھے- کیونکہ وہ ایسی عمدہ جلتی ہیں کہ جیسے کافوری شمع اور اور بھی کئی ذریعے ہیں جن سے وہ ضائع ہو سکتی ہیں- پس اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ وہ لاش ہر قسم کی مہلک چیزوں سے بچ کر پچھلے لوگوں تک پہنچ بھی جائے گی-

چوتھے یہ معلوم ہوا کہ نہ صرف وہ محفوظ رہے گی بلکہ وہ مل بھی جائے گی کیونکہ اگر کسی کھوہ یا غار میں پڑی رہتی تو لوگوں کے لئے کس نفع کا باعث ہو سکتی تھی-

پانچویں یہ کہ وہ مل کر پہچانی بھی جائے گی کیونکہ "نشان" تبھی ہو سکتی تھی کہ اگر اس کی شناخت بھی ہو جاتی- اگر بالفرض وہ مل بھی جاتی- مگر اس کی شناخت نہ ہوتی- تب بھی اس میں نقص رہ جاتا-

پس اس ایک آیت میں پانچ آیتیں ہیں جو قرآن شریف کی سچائی کی دلیل ہیں اور مؤمنوں کے لئے ازدیاد ایمان کا باعث ہیں-

پس اس لاش پر مجھے سخت تعجب ہے کہ جب اس میں جان تھی تب تو اس نے ہزاروں کو گمراہ کیا ہو گا- لیکن روح سے جدا ہو کر اور ہزاروں سال تہ زمین میں رہ کر اس میں کیا کیمیائی اثر پیدا ہو گیا کہ آج یہ لاکھوں کے ازدیاد ایمان کا باعث ہو گئی-

سب سے بڑھ کر تعجب کی یہ بات ہے کہ اس لاش کو فرعونِ موسیٰ کی لاش کہنے والے مسلمان نہیں کہ ان پر الزام آسکے کہ انہوں نے قرآن شریف کی ایک آیت درست کرنے کے لئے یہ جھوٹا دعویٰ کر دیا بلکہ خود مسیحی مؤرّخ ہیں اور وہ بڑے زور سے دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ لاش منفتاح ریان با فرعونِ موسیٰ کی لاش ہے-

اس بات کا ثبوت کہ یہ لاش واقعی منفتاح کی ہے ایک تو یہ ہے کہ اس لاش کے اوپر کپڑے پر لکھا ہوا تھا کہ یہ منفتاح کی لاش ہے- بلکہ اس کی ایک تصویر بھی اوپر دی گئی تھی جو کہ کئی انگریزی اخباروں میں شائع کی گئی ہے اور جس کو ڈھونڈ کر شائع کرنے کی ہم انشاء اللہ کوشش کریں گے تاکہ فرعون موسیٰ کا حال پڑھنے کے بعد ہمارے ناظرین اس کی تصویر کے ذریعہ سے گویا خود اسے ہی دیکھ لیں-

دوسرا یہ کہ کئی علامتیں اس کے بدن پر ایسی پائی گئی ہیں جو کہ فرعون موسیٰ میں پائی جاتی تھیں مثلاً مسوڑوں کی بیماری کہ اس کا نشان اس لاش میں بھی پایا جاتا ہے-

تیسرے اس کی شکل سیتی اول سے جو اس کا دادا تھا ملتی ہے اور اس بات کا ثبوت کہ منفتاح ہی فرعونِ موسیٰ تھا- اول تو یہ ہے کہ اس کا زمانہ حکومت اور بنی اسرائیل کے خروج کا زمانہ ایک ہے پس سوائے اس کے کہ مانا جائے کہ بنی اسرائیل اسی کے دوران حکومت میں مصر سے نکلے تھے اور کوئی چارہ نہیں- دوسرے یہ کہ توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل رعمسیس شہر کی تعمیر کرتے تھے- اور رعمسیس منفتاح کے باپ کا نام تھا- پس بہرحال وہ زمانہ منفتاح کے باپ کی حکومت کا تھا چنانچہ لکھا ہے کہ موسیٰ کے وطن چھوڑ دینے کے بعد وہ فرعون مر گیا اور دوسرے فرعون کے عہد میں موسیٰ واپس آئے اور بنی اسرائیل کو طلب کیا- پس ضرور ہے کہ اس وقت منفتاح حکمران ہو-

تیسرے قرآن شریف اور توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فرعون کے بعد اس خاندان پر زوال آگیا- اور تاریخ سے ثابت ہے کہ فراعنہ کی اس شاخ کا آخری بادشاہ جس کے بعد زوال آگیا وہ منفتاح ہی تھا-

چوتھے یہ کہ بنی اسرائیل کے بچوں کو دریا میں ڈلوانے والا بادشاہ رعمسیس ہی تھا- پس اس

صورت میں بھی بنی اسرائیل کا مصر سے خروج اس کے بیٹے منفتاح ہی کے زمانہ میں ہو سکتا ہے۔
اس کی نسبت طالمود میں لکھا ہے کہ بڑا ہوشیار اور مکار تھا اور اس کا قد چھوٹا تھا۔

چونکہ یہ بیمار رہتا تھا اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ جلد ضعیف ہو گیا کیونکہ جو لاش نکلی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت کمزور تھا۔ حالانکہ یہ حضرت موسیٰؑ سے اندازاً تین سال چھوٹا تھا۔ کیونکہ جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے اس کی ماں نے حضرت موسیٰؑ کو اس بہانہ سے بچایا تھا کہ ہمارا بیٹا کوئی نہیں اسے پال لیں۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اس کے اولاد کوئی نہ تھی اور یہ بادشاہ کا دوسرا بیٹا تھا۔ اور اس کا بڑا بھائی بوجہ سادہ لوح ہونے کے بادشاہ کو پسند نہ تھا۔ اور اس نے اسے تخت سے محروم کر دیا تھا۔ پس کم سے کم حضرت موسیٰؑ کے اٹھانے کے دو سال بعد اس کے بڑے بھائی کی پیدائش مانیں۔ اور اس کے تیسرے سال تو اس حساب سے تین سال یا دو سال آپؑ سے چھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ ہاں اس کی بہن جس نے اول اول آپ کو اٹھایا ہے آپ سے کوئی پندرہ سولہ برس بڑی ہو گی اس کا نام منفتاح ہیروغلوفی حروف میں اس طرح لکھا جاتا ہے۔
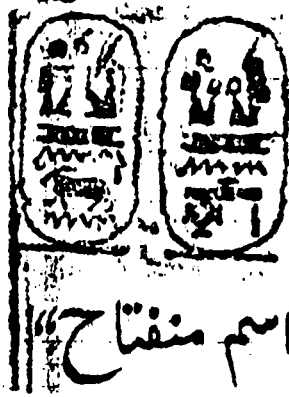
خاکسار مرزا محمود احمد

(تشحیذ الاذہان جنوری ۱۹۱۱ء)